اسلام کا نظام امن و امان

(فتنہ و فساد اور رہزنی)

جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

۴

یہ کون نہیں جانتا ہے کہ کسی ملک اور قوم میں اطمینان و سکون کی دولت، فراوانی کے ساتھ اسوقت تک نہیں پائی جاسکتی ہے، جب تک ان تمام اسباب کا سرے سے قلع قمع نہ کیا جائے جو انسانی چین اور اطمینان کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان تمام لوگوں کا پوری قوت سے سرنہ کچل دیا جائے، جو انسانی راحت و عافیت پر غارت ڈالنے کے عادی مجرم بن جاتے ہیں۔

اسلام میں امن و امان کی حفاظت چنانچہ اسلام نے ان تمام اسباب و محرکات کی سختی کے ساتھ نگرانی کی ہے، جو انسانی آبادی میں شور و ہنگامہ، دنگا و فساد اور فتنہ پروری کے ممد و معاون بن سکتے ہیں، اسلام اپنی تمام رافت و رحمت نوازی کے باوجود جو اس کی سرشت میں داخل ہے، ایک لمحہ کے لئے ایسی چیزوں کو برداشت نہیں کرتا ہے، جو ملک کے امن و امان اور انسانی عافیت کے حرمن پر بجلی بن کر گرا کرتی ہیں اور نہ ان افراد انسانی پر ترس کھاتا ہے، جو قوم اور ملک کی خوشگوار زندگی سے کھیلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جرم کے بعد انسان کی حیثیت اس سلسلہ میں نہ وہ اپنوں کی پرواہ کرتا ہے اور نہ غیروں کی، نہ بڑوں کی اور نہ چھوٹوں کی، نہ مسلم کی، نہ ذمی کی، نہ دارالاسلام میں بسنے والوں کی، نہ دارالحرب کے باشندوں کی، اس کی عدالت عالیہ میں مجرم خواہ کوئی بھی ہو، ہر ایک کو پوری پوری سزا ملتی ہے، وہی افراد جن کی حرمت و عزت کے لئے اس کی پوری مشنری حرکت میں رہتی ہے اور جن میں سے ایک معمولی شخص کا خون پوری دنیا سے گراں قدر سمجھا جاتا ہے، جب وہی افراد مجرم کی حیثیت سے اس کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں، تو

جُرم کے اقرار یا اُس کے ثابت ہو جانے کے بعد اُس کی نگاہِ لطف و کرم میں کسی رحم و کرم کے مستحق باقی نہیں رہتے۔

مجرم پر رحم و کرم خلافِ عقل ہے | عقل کا بھی تقاضا ہے کہ چند افراد کی وجہ سے ملک و قوم کی ایک آبادی کی آبادی کو امتحان و آزمائش میں ڈالا نہ جائے اور ان چند افراد پر ترس کھا کر پوری قوم کے ذہنی و جسمانی انتشار کو دعوت نہ دی جائے، جُرم کے ارتکاب سے پہلے وہ مختلف پیرائے میں اس جُرم کے بُرے نتائج بیان کرتا ہے، اور دنیاوی اور اُخروی عواقب و انجام اُس کے سامنے رکھتا ہے، ترغیب کا پہلو بھی اس کے لئے اختیار کیا جاتا ہے اور ترہیب کا بھی، ذہن نشین کرنے کے جو موثر سے موثر انداز بیان ہو سکتے ہیں سبھی اختیار کئے جاتے ہیں، مگر جُرم کے ارتکاب اور مقدمہ کے سامنے آجانے کے بعد اُس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جس کا وہ مستحق ہے۔

فتنہ و فساد | یہ مسلّم حقیقت ہے کہ فتنہ و فساد، اور قانونِ امن و امان کی خلاف ورزی انتہائی ہلاکت خیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فتنہ و فساد کی بے انتہا مذمت کی ہے اور مفسدین سے بیزاری کا بار بار اعلان کیا ہے، خواہ یہ فتنہ و فساد کفر و شرک کے راستے آئے، یا نظامِ حکومت میں خلل ڈالنے کی راہ سے، پھر یہ شخصی مظالم کا نتیجہ ہو یا اجتماعی اور قومی بگاڑ کا، یہ بُرائی جس روپ میں بھی آئے، ہر حال میں بُرائی ہے، فساد اور فسادی کے سلسلہ میں قرآنِ پاک میں جو آیتیں ہیں اُن کا بغور مطالعہ فرمائیں تو اندازہ ہو کہ قرآنِ پاک نے فتنہ و فساد کے استیصال کے لئے کیا کیا اسلوب اختیار کیا ہے۔

فساد فاسق و گمراہ کا شیوہ ہے | ایک جگہ کافروں کے اعتراضات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور جواب میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ نافرمان اور بدکار ہیں وہی گمراہ ہوتے ہیں اور پھر ان بدکاروں کے اعمال و اخلاق کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اور اُن کے بُرے اعمال میں فتنہ و فساد کو نمایاں طور پر شمار کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ	اور گمراہ صرف انہی عدول حکمی کرنے والوں کو کرتا ہے جو خدا کے
عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ	معاہدہ کو اس کے آحکام کے بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے
مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ	کا اُس نے حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں، اور زمین میں
فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (بقرہ ۳)	فساد کرتے رہتے ہیں، پس یہ لوگ گھاٹے میں ہیں۔

یہاں فساد کا معنی عام ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ ناخدا ترس لوگ اسلام کی راہ میں مانع بنتے ہیں، جنگ وقتال کی باتیں کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو دین کے خلاف ابھارتے ہیں۔ پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ فتنہ وفساد فاسقین اور خسارہ میں رہنے والوں کا حصہ ہے، کوئی اچھا، صالح اور خدا ترس ایسا کام نہیں کیا کرتا۔

صالحین کو فساد کی ممانعت | قرآن پاک نے ایک جگہ نیک لوگوں کے متعلق کچھ ہدایات کا تذکرہ کیا ہے، وہاں رب العالمین اور چیزوں کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ فساد و بگاڑ کے درپے ہونے سے بچنا ضروری ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (الاعراف ۔۔)	اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو خدا سے ڈرتے رہو اللہ کی رحمت نیک کام کرنیوالوں سے نزدیک ہے

علامہ شوکانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

نھاھم اللہ سبحانہ عن الفساد فی الارض بوجہ من الوجوہ قلیلا کان او کثیرا۔ (فتح القدیر للشوکانی ص۲۰۳ ج۲)	اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں فساد کرنے سے منع کیا، خواہ وہ کسی انداز میں بھی ہو اور خواہ وہ معمولی ہو یا ہنگامہ خیز۔

پھر فساد کے انواع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ومنہ قتل الناس وتخریب منازلھم وقطع اشجارھم وتغویر انھارھم ومن الفساد الکفر باللہ والوقوع فی معاصیہ (ایضاً)	فساد جیسے لوگوں کا قتل کرنا، ان کے گھروں کو مسمار کرنا، درختوں کو کاٹنا، نہروں کو خشک کرنا اور اللہ تعالیٰ کا انکار اور اس کی نافرمانی بھی فساد ہے۔

فساد منافقوں کا کام | فساد منافقوں کا خصوصی حصہ ہے اور ان منافقین کی خباثتوں میں ایک بڑی خباثت یہ فساد بھی ہے، کہ وہ ملک کے امن وامان کو غارت کرنے کے درپے رہتے ہیں اور اپنی ان امن سوز حرکتوں پر نہ نادم ہوتے ہیں اور نہ اُن سے باز ہی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شرارتوں کی نشاندہی کرتے

ہوئے فرمایا:۔

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۔ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (بقرہ - ۲۵)

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کرے اور کھیتی اور آدمیوں اور جانوروں کو تباہ و برباد کرے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے۔

اس آیت میں فساد کے مضر اثرات کا بیان ہے، اور اس کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ فتنہ و فساد کو ایک لمحہ کے لئے پسند نہیں کرتا ہے

فساد سے اہلِ کتاب کو دلچسپی | اسی طرح اہلِ کتاب کے سلسلہ میں اعلان کیا گیا کہ ان کو بھی فتنہ و فساد سے خاصی دلچسپی ہے، اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فتنہ پردازوں اور فساد پروروں کو سخت مبغوض رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (المائدہ - ۹)

اور ہم نے اُن میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا، جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں، حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں، اور یہ ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے

یہاں بھی رب العزت نے فتنہ و فساد سے اپنی ناراضی کا اعلان کیا اور اس کی مذمت کی تاکہ لوگ اس کی قہرمانیوں سے آگاہ ہوں اور اپنے دامنوں کو اس گندگی سے آلودہ نہ ہونے دیں۔

گذشتہ اقوام کو فساد کی ممانعت | گذشتہ انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے جہاں تذکرہ کیا ہے، وہاں اس کا بھی ذکر موجود ہے کہ ان اولوالعزم پیغمبروں نے اپنے زمانہ میں فتنہ و فساد کی مذمت کی ہے اور سختی کے ساتھ اس تباہ کن چیز سے الگ رہنے کی تاکید ہے۔

قومِ موسیٰ | قومِ موسیٰ سے خطاب کرکے رب العالمین نے فرمایا:۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (بقرہ — ۷)

خدا کی دی ہوئی چیزوں میں سے کھاؤ اور پیو (لیکن) فساد پیشہ ہونے کی حالت میں آئندہ زمین میں انتہائی فتنہ و فساد نہ پھیلاؤ

قومِ ثمود | قومِ ثمود سے خطابِ الٰہی ہے:۔

فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (الاعراف - ۱۰) — اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔

قومِ شعیب | حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (الاعراف - ۱۱) اور جب درستی کردی گئی ہے تو اب پھر روئے زمین پر فساد مت پھیلاؤ

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (ایضاً) اور دیکھو کہ فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

قارون اور فساد | قارون سے اس کی قوم نے خیر خواہانہ طور پر جہاں اور باتیں کیں، یہ بھی کہا

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ (القصص - ۸۰) — زمین میں فساد کی سعی نہ کرو، بیشک اللہ تعالےٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

قرآن میں دسیوں جگہ فساد کی مذمت کی گئی ہے اور اُس کی ہلاکت خیزیوں کو بیان کیا گیا ہے، اور پھر ہر زمانہ میں اس مہلک خباثت کی نشاندہی کی گئی ہے جو انسانی امن وسکون کے لئے شدید طور پر ضرر رساں ہے اور اس کے ارتکاب سے روکا گیا ہے۔

فساد کا لفظ جس وقت مطلق طور پر استعمال ہوتا ہے اُس وقت تمام برائیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:۔

فاذا اطلق الصلاح تناول جميع الخير وكذالك الفساد يتناول جميع الشر .... وكذالك اسم المصلح والمفسد (کتاب الایمان ص۴۴) — صلاح کا لفظ جب مطلقاً استعمال ہوتا ہے تو تمام خیر کو شامل ہوتا ہے، ایسا ہی فساد کا لفظ تمام برائیوں کو، اسی طرح مصلح اور مفسد کے اطلاق میں بھی مراد لیا جاتا ہے۔

دنیاداروں کی غلط خواہشات | یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ جو لوگ محض دنیادار ہوتے ہیں ان میں دو خواہشیں خصوصی طور پر پائی جاتی ہیں، ایک تو اقتدار و برتری، دوسرے زر و مال کی بہتات۔ اور جب صرف یہی مقاصد پیشِ نظر ہوتے ہیں، تو یہ لوگ فتنہ و فساد اور مخلوقِ خدا کے مٹانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے

بلکہ کسی طبقہ میں تو یہ دونوں خواہشیں ہوتی ہیں، جیسے حکمراں طبقہ، جو ایک طرف اپنے اقتدار کے لئے بیدریغ مخلوقِ خدا کی خونریزی پسند کرتا ہے اور اس طرح اپنے ہاتھوں کو رنگتا ہے، دوسری طرف مال و دولت کی فراوانی کے لئے عوام پر ظلم و جور کو روا رکھتا ہے، مختلف نام سے ٹیکس عائد کرتا ہے اور روپے وصول کر کے اپنے محلوں میں رنگ رلیاں مناتا ہے اور دادِ عیش دیتا ہے۔

اور کبھی کسی طبقہ میں ان دونوں خواہشوں میں سے صرف ایک ہوتی ہے، صرف اقتدار کی خواہش جیسے روسا اور امرا، کہ یہ صرف اپنے اقتدار کے لئے بے انتہا مظالم کے کردار ادا کرتے ہیں اور فتنہ و فساد کو ہوا دیتے ہیں، اس وجہ سے کہ یہ اقتدار کی بہت مضبوط بنیاد سمجھی گئی ہے اور کبھی کسی طبقہ میں صرف مال و زر کا لالچ ہوتا ہے، اور وہ اس کے حصول کے سلسلہ میں وہ سب کچھ برداشت کرتا ہے جن سے انسانیت لرزہ براندام ہوا کرتی ہے، یہ ذلیل ترین گروہ چور، ڈاکو اور لٹیروں کا ہے۔

فساد کی ممانعت | قرآن پاک نے ان تمام طبقات کو فتنہ و فساد سے شدت کے ساتھ روکنے کی جدوجہد کی ہے۔ کہیں مفسدینِ گذشتہ کے نتائج و عواقب بیان کر کے اور کہیں نری سرمایہ داری کی مذمت بیان کر کے، چنانچہ فرعون، ہامان اور قارون کا نام لیکر ڈانٹ پلائی گئی ہے اور سب کا انجام بھی کھول کر بیان کر دیا ہے، فرعون جس نے "انا ربکم الاعلیٰ" کا نعرہ بلند کیا تھا اور بنی اسرائیل پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے، دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا اور اس کی لاش کو دنیا کے لئے عبرت کا ذریعہ بنایا، اور قارون زمین میں دھنسا دیا گیا، اور اس طرح وہ ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو گیا۔

دنیا دار فسادی | یہ سارے دُنیا دار فسادی وہ ہیں، جن کا آخرت پر کوئی عقیدہ نہیں ہوتا ہے، وہ صرف دنیاوی فلاح کے متمنی ہوتے ہیں اور یہاں کی ہی سزا سے گریزاں، نتیجہ معلوم ہے کہ سکون ڈھونڈھے نظر نہیں آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام سب سے پہلے عقائد کی درستی پر زور دیتا ہے، خدا اور آخرت پر ایمان کی تاکید کرتا ہے اور دنیا کے ساتھ بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ مرنے کے بعد کی زندگی کی اہمیت جتاتا ہے، تاکہ جسم سے پہلے دلوں پر خدا کی حکمرانی اثر انداز ہو، اور انسان فتنہ و فساد سے اپنے کو دور رکھ کر ابدی زندگی کا حصہ دار بن سکے، اس زندگی پر کامل یقین کے بعد نہ تو اقتدار کا نشہ ہمیشہ اُن کو بدمست رکھ سکتا ہے اور نہ دولت

کے جمع کرنے کی حرص۔

حقوق العباد | اسلام کے قانون میں اذیت دینا سب سے بڑا جرم ہے، بنیادی بات یہاں بھی یہ ہے کہ دو طرح کے حقوق ہوتے ہیں، ایک کا نام حقوق اللہ ہے، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور عبادات سے ہوتا ہے، دوسرے حقوق کا نام حقوق العباد ہے، جن کا تعلق بندوں سے ہوتا ہے، جرم کی دفعات میں حقوق العباد کی حیثیت بڑھی ہوئی ہے، یعنی اللہ کے حقوق کی معافی تو ممکن ہے، لیکن بندوں کے حقوق سے جو چیزیں متعلق ہیں، اُن میں جرم کا ارتکاب اس وقت تک قابلِ معافی نہیں ہے جب تک خود بندہ کی طرف سے معافی کا اعلان نہ ہو۔ آپ نے اگر نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی، تو بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کی ندامت پر یہ جرم بخشدیں، لیکن اگر آپ نے کسی کی کوئی کتاب دبا رکھی ہے تو یقین کر لیجئے کہ اس کی معافی اس وقت تک ہرگز نہیں ہو سکتی جب تک خود وہ صاحبِ کتاب معاف نہ کر دے، یہ ایک معمولی مثال ہے اسی پر ساری چیزوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت | اللہ کی راہ میں جان دینا کتنا عظیم الشان کارنامہ ہے، اس کے اجر کے باب میں مروی ہے کہ شہید کے قطراتِ خون کے ساتھ اس کے سارے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں، لیکن ایسا گناہ جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، بخشا نہیں جاتا، ارشادِ نبوی ہے:۔

القتل فی سبیل اللہ یکفر کل شی الا الدین — اللہ کی راہ میں شہادت ہر گناہ کے لئے کفارہ بن جاتی ہے بجز دین کے، کہ یہ شہادت سے بھی صاف نہیں ہوتا۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب الجہاد ص۳۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے ایک شخص کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساری خطائیں بخشدی جائیں گی اور ان سب کے لئے یہ جہاد کفارہ بن جائے گا، لیکن دَین نہیں معاف ہوگا اس لئے کہ ابھی حضرت جبریل نے آکر یہ اطلاع دی ہے۔

الا الدین فان جبریل قال لی ذالک۔ رواہ مسلم (ایضاً) — کہ خونِ مسلم تمام گناہوں کو ختم کر ڈالتا ہے مگر قرض کا بار پھر بھی باقی رہتا ہے۔

حقوق العباد معاف نہیں ہوتے | اس سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حقوق العباد کی اسلام میں کیا

اہمیت ہے اور ان سے متعلق جو بھی جرم ہے اسلام کے قوانین میں وہ کیا درجہ رکھتا ہے، ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دیوان لا یترکہ اللہ ظلم العباد فیما	ایک معاملہ میں اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا ہے، جب
بینھم حتی یقتص بعضھم من بعض ودیوان	تک بدلہ نہ لے لے اور وہ ہے بندوں کا باہم ایک دوسرے
لا یعبأ اللہ بہ ظلم العباد فیما بینھم	پر ظلم وستم ڈھانا، اور ایک معاملہ کی کوئی پرواہ نہیں
وبین اللہ فذاک الی اللہ ان شاء عذبہ	کرتا ہے یہ وہ معاملہ ہے جو بندوں اور خدا کے درمیان
وان شاء تجاوز عنہ (مشکوٰۃ باب الظلم ص۴۳۵)	ہوگا چاہیگا بخشدیگا اور چاہیگا عذاب دیگا۔

اسلام نے مختلف انداز میں اپنے پیرو کو تعلیم دی ہے کہ حقوق العباد کے سلسلہ میں ان سے ہرگز کوتاہی نہ ہونے پائے ورنہ پھر معاملہ بڑا اہم بن جائیگا۔

اس قدر بات جب سمجھ میں آگئی تو غور کیجئے کہ فتنہ وفساد اور چوری وغیرہ جس کا تعلق بیشتر حقوق العباد سے ہے کتنا خطرناک جرم ہے، اور اس کی سزا دنیا اور آخرت میں کتنی سخت ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الظلم ظلمات یوم القیامۃ متفق علیہ	ظلم قیامت کے دن سراپا ظلمت ہی
(مشکوٰۃ باب الظلم ص۴۳۴)	ظلمت ہوگا۔

ظلم وجور | ظلم کے معنی یہ ہیں کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ سے الگ کرکے غیر جگہ میں ڈال دیا جائے اور لوگوں پر ظلم یہ ہے کہ اُن کے ساتھ زیادتی کی جائے اور اُن کے حقوق تہس نہس کردیئے جائیں خواہ یہ زیادتی انسان کی جان میں ہو، مال میں ہو، یا عزت وآبرو میں۔

حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جس طرح عمل صالح نور کی شکل اختیار کریگا اور قیامت میں آگے آگے ہوگا یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ اسی طرح ظلم وجور ظلمت کا روپ دھاریگا اور قیامت میں تاریکی پھیلاتا چلے گا اور اس تاریکی میں بڑی شدت ہوگی۔

ظلم کا انجام | پھر اسی پر اکتفا نہ ہوگا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ ظالم کے پاس اگر کچھ نیکیاں

ہونگی تو وہ لیکر مظلوم کو دیدی جائیں گی، دُنیا میں جس طرح ظالم نے مظلوم کا حق دبایا ہے، وہاں اس کا کفارہ اس طرح ادا ہوگا کہ اس کا حق چھین کر مظلوم کے حصہ میں دیدیا جائے گا اور اگر اس ظالم کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی، تو ایسی حالت میں مظلوم کی بُرائیاں لیکر ظالم کے کندھوں پر ڈالدی جائیں گی۔

ان کان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة وان لم یکن حسنات اخذ من سیئات صاحبه فحمل علیه رواه البخاری (مشکوٰۃ باب الظلم ص۴۳۵)

اگر اس ظالم کے پاس عمل صالح کی پونجی ہوگی تو اس سے اس کے ظلم کی مقدار لے لی جائے گی اور اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

اُمتِ محمدیہ کا مفلس | ایک دفعہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تمہیں معلوم ہے مفلس کسے کہا جاتا ہے، صحابۂ کرام نے جواب دیا، جس کے پاس درہم و دینار اور کوئی سامان نہ ہو، آپ نے فرمایا، نہیں

ان المفلس من اُمتی من یاتی یوم القیامة بصلوٰة وصیام وزکوٰة، ویاتی قد شتم هذا، وقذف هذا واکل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا (رواه مسلم)

میری امت کا مفلس وہ ہے، جو قیامت کے دن اس طرح آئیگا کہ اس کے ساتھ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی پونجی تو ہوگی لیکن اسی کے ساتھ اس حال میں آئیگا کہ کسی کو گالی دی، کسی کو تہمت لگائی، کسی کا ناجائز مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کی مار پٹائی کی۔

زیادتی کرنے والے کی سزا | پھر ارشاد فرمایا کہ اس کا حشر یہ ہوگا۔

فیعطی هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم طرح فی النار رواه المسلم (ایضاً)

کہ جن لوگوں کو اس نے ستایا ہے ان تمام کو اس کے بدلے میں اس کی نیکیاں لیکر دیدی جائیں گی، اگر اس کی نیکیوں سے بھی اُن کا بدلہ ادا نہ ہوگا تو پھر ہوگا یہ کہ ان مظلوموں کی بُرائیاں لیکر اس ظالم پر ڈالدی جائیں گی اور پھر یہ گناہوں کے انبار کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

اللہ اکبر یہ کتنی سخت سزا ہے، اس معمولی ظلم کی جو اُس نے دنیا میں کیا تھا، گویا حقوق العباد سے متعلق جو جرائم اس سے سرزد ہوئے ہیں، وہ کسی حال میں معاف نہیں ہوں گے اور نہ اس سلسلہ میں کوئی سفارش ہی قابلِ قبول ہوگی۔

ایک اشکال کا جواب | جن لوگوں کو یہاں آیتِ قرآنی :۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ (کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا) سے قصداً یا سہواً یہ دھوکہ ہوا، کہ یہ سزا جو حدیث میں بیان کی گئی ہے یہ اس آیت کے خلاف ہے وہ ان کی کم فہمی اور عدم بصیرت کا نتیجہ ہے، یہ دراصل خود اپنا بویا کاٹ رہا ہے، دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا رہا ہے، جیسا جرم ویسی سزا، نہ یہ ظلم و جور جیسے سخت جرم کا مرتکب بنتا، اور نہ اُسے یہ سزا ملتی۔

قال المازری زعم بعض المبتدعین ان هذا الحدیث معارض لقوله تعالٰی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وهو باطل وجهالة بینة لانه انما عوقب بفعله و وزره فتوجهت علیه حقوق لغرمائه فدفعت الیهم من حسناته فلما فرغت حسناته اخذ من سیئات خصومه فوضعت علیه فحقیقة العقوبة عن ظلمه ولم یعاقب بغیر جنایة منه (مرقاۃ ص۷۶۱)

بعض بدعتیوں کا گمان ہے کہ یہ حدیث اللہ تعالٰی کے قول لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" سے متعارض ہے، حالانکہ یہ گمان باطل ہے اور کھلی ہوئی جہالت، اس وجہ سے کہ یہ اُن کے کرتوت کی سزا ہے اور اُن کے گناہ کا انجام، اور یہی وجہ ہے کہ اُس کے قرض خواہوں کے وہ حقوق جو اس پر عائد ہیں اس کی نیکیوں سے ادا کئے گئے اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر مظلوموں کی بُرائیاں لیکر اس پر ڈالدی گئیں، دراصل یہ سزا اس کے ظلم و جور کا نتیجہ ہے ایسا نہیں ہے کہ بغیر جرم اُسے یہ سزا ملی ہے۔

حقوق کی اہمیت | اور یہ طے شدہ ہے کہ قیامت میں تو ہر ایک کو اس کا بدلہ مل کر رہے گا، اِلّا یہ کہ خود پروردگارِ عالم رحم و کرم فرمائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لتؤدن الحقوق الی اهلها یوم القیامة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء (رواہ مسلم (ایضاً)

اہلِ حقوق کو ان کے حقوق قیامت کے دن مل کر رہیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکریوں سے بدلہ لیکر بغیر سینگ والی بکریوں کو دیا جائیگا کہ یہ بھی ان کو مار لے۔

مطلب یہ ہے کہ اس قدر معمولی معمولی چیزوں کی گرفت ہوگی، یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ مظلوم وفقیر پر ظالم وسرمایہ دار ظلم ڈھالے اور قیامت میں بچ جائے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے تقاضہ کیا کہ کچھ نصیحت لکھ بھیجیں مگر ہو وہ مختصر، تو حضرت صدیقہ رضؓ نے لکھا:۔

سلام علیک اما بعد فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مونۃ الناس ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ وکلہ اللہ الی الناس والسلام۔ رواہ الترمذی (ایضاً)

بعد سلام مسنون، معلوم ہو کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرے اور اس کی وجہ سے لوگ ناراض ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اُسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیں گے اور جو شخص لوگوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لیگا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں گے اور اپنی حفاظت اٹھالیں گے والسلام۔

غیر کی وجہ سے آخرت کی بربادی بدترین ہے وہ شخص جو غیر کی وجہ سے اپنی آخرت برباد کرے۔ ارشادِ نبوی ہے

من شر الناس منزلۃ یوم القیامۃ عبدا ذھب آخرتہ بدنیا غیرہ (رواہ ابن ماجہ)

قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا، جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کرتا ہے۔

ظالم کا مددگار اسلام کی نظر میں ظالم کی مدد بھی ظلم سے کم نہیں ہے، اسلام نے اس کی بھی سخت مذمت کی ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من مشی مع ظالم لیقویہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ رواہ البیہقی (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

جو شخص ظالم کی تائید ومدد کے لئے جان بوجھ کر اس کا ساتھ دیتا ہے وہ کامل ایمان کے دائرہ سے خارج ہوجاتا ہے۔

ان احادیث سے اتنی بات روشن ہوکر سامنے آگئی ہوگی کہ کسی بھی انسان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا اُسے ستانا، اور اُس کے سکون واطمینان میں جرائم کے راستے سے خلل ڈالنا بدترین گناہ ہے، اور ایسا شخص

خدا اور اسلام کی نظر میں مجرم ہے اور وہ اپنی دنیا بھی برباد کرتا ہے اور اپنی آخرت بھی۔

مظلوم کی بددعا | پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ مظلوم جس پر ظلم کیا جاتا ہے، اُس کے دل کی آہ تباہ کن اور سخت مہلک ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے۔

ایاك ودعوة المظلوم فانما یسأل الله تعالیٰ حقه وان الله لا یمنع ذاحق حقه (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کے لئے درخواست کرتا ہے اور یہ مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ یقینی طور پر حق والے کو اس کا حق عطا کرتا ہے روکتا نہیں۔

اسلام کا منشار | ان تمام چیزوں کا منشار یہ ہے کہ کوئی انسان کسی انسان پر نہ ظلم کرے، نہ زیادتی کرے اور نہ کسی کی اذیت کے درپے ہو، اگر یہ بات پیدا ہو جائے گی تو ہر ایک اپنے حقوق میں مطمئن رہے گا، کوئی کسی کا حق چھیننے کی سعی نہ کرے گا، اور یہ مسلّم ہے کہ عوام و خواص میں برہمی، انتشار اور فساد کے باعث یہی سب چیزیں ہوا کرتی ہیں اور اسی کے نتیجہ میں خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے، امن و امان کی مٹی پلید ہوتی ہے اور جو کچھ نہ ہونا چاہئے، ساری چیزیں ہونے لگتی ہیں۔

ان بنیادی حقائق کی نشاندہی کر کے اسلام ہر ایک کو حد سے تجاوز کرنے سے روکتا ہے اور اس طرح ملک اور قوم میں اخوت و محبت اور باہمی ہمدردی اور صلح جوئی کا جذبہ اُبھارنا چاہتا ہے مظالم خواہ کسی درجہ کے ہوں بند ہو جائیں اور آدمی کا کھویا ہوا سکون عود کر آئے اس لئے کہ مظالم کی وجہ سے ہر طرف پریشانی ہوتی ہے، مظلومین اپنے اطمینان و سکون کی خاطر بدحواس رہتے ہیں اور ظلم کرنے والے ظلم کی تدبیروں کے سوچنے میں۔

پھر یہ چیز بڑھ کر جنگ کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اور قوم و ملک کے کمزور افراد کا سکونِ قلب ختم ہو جاتا ہے، اور اعتدال کی جگہ افراط و تفریط کا دور دورہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور خلق کا تعلق | ایک بات یہاں اور سمجھ لینے کی ہے کہ روئے زمین پر جس قدر انسان بستے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کا محافظ ہے اور سب کو سکون و اطمینان بخشنا چاہتا ہے، دنیا میں خواہ وہ کفر و شرک ہی میں کیوں نہ مبتلا ہوں، یہ الگ بات ہے کہ وہ انھیں آخرت میں سزا دیگا اور یقیناً دیگا، لیکن یہاں کسی کی راحت میں انسا

کی طرف سے خلل کو بے وجہ شرعی پسند نہیں کرتا، آپ کو حیرت ہوگی، کہ مخلوق کی اہمیت جس لب ولہجہ میں رب العالمین نے جتائی ہے، وہ بہت وقیع ہے اور اس سے بہتر تعبیر کوئی اور ممکن ہی نہیں، حضرت انسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (رواہ البیہقی رمشکوٰۃ باب الشفقۃ ص۴۲۵)

مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے، پس اللہ کے نزدیک مخلوق میں بہتر وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ احسان کرے۔

اس مختصر سی حدیث کو بار بار پڑھئے اور سوچئے کہ کیا انسانی عظمت کی تعبیر اس سے بہتر ممکن بھی ہے؟ "عیال اللہ" کس قدر جامع تعبیر ہے، اور اس سے انسانی رفعت کس قدر اُجاگر ہوتی ہے۔

اب غور کیجئے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا مطالبہ اپنے بندوں سے یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں اور اس طرح خدا کی نگاہ میں محبوبیت کا درجۂ بلند حاصل کریں، اس کے باوجود اگر دوسری طرف کوئی کسی پر ظلم وجور اور ستم ڈھائے تو یہ کس قدر بے جوڑ باتیں ہونگی اور آخر یہ ظلم اور ستم جاندار مخلوق میں حضرتِ انسان پر کتنی جرأت و بے باکی کا ثبوت ہوگا۔

انسانی حقوق اسلام کی نظر میں اسلام نے بتایا ہے کہ رب العالمین اپنی مخلوق بالخصوص انسان کو بہت محبوب رکھتا ہے اور اس کی تکلیف و اذیت کو جو خود انسانوں کی طرف سے ہو گوارا نہیں کرتا ہے ایک حدیثِ قدسی ہے۔

ان اللہ تعالیٰ یقول یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یارب کیف اعودك وانت رب العالمین قال اما علمت ان عبدی فلانا مرض فلم تعدہ اما علمت انك لوعدتہ لوجدتنی عندہ یا ابن آدم استطعمتك فلم

اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہ کی، وہ حیرت سے جواب میں کہے گا، پروردگار عالم! میں تیری عیادت کیسے کرتا، تو تو ساری دنیا کا خود پالنہار ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ کیا تیرے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوگیا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تمہیں خبر نہیں تھی کہ اگر تم اس کی عیادت کو گئے ہوتے تو مجھے اس کے پاس

تطعمنی قال یارب کیف اطعمك وانت رب العالمین قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت لو اطعمته لوجدت ذالك عندی ، یا ابن آدم استسقیتك فلم تسقنی قال کیف اسقیك وانت رب العالمین قال استسقاك عبدی فلان فلم تسقه اما انك لوسقیته وجدت ذالك عندی ۔ رواه مسلم (مشکوٰۃ ص ۴۳۳)

پلاتے، اے اولادِ آدم! میں نے تم سے کھانے کا مطالبہ کیا لیکن تم نے نہیں کھلایا، بندہ بول اٹھے گا، اے رب میں کیسے کھلاتا، تو تو خود سارے عالم کی پرورش کرتا ہے، اللہ تعالےٰ فرمائے گا کیا یہ بات نہیں پیش آئی کہ میرے فلاں بندہ نے تم سے کھانا چاہا اور تم نے اُسے نہیں کھلایا، کیا تم کو خبر نہیں تھی کہ اگر تم اُسے کھلاتے تو مجھے وہاں موجود پاتے، اے آدم کے بیٹو! میں نے تم سے سیرابی کی خواہش کی اور تم نے سیراب نہیں کیا، بندہ چیخ پڑیگا، پروردگارا تو رب العالمین ہے میں تجھے کس طرح سیراب کرتا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے سیرابی کی خواہش کی اور تو نے توجہ نہیں دی، کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تو اُسے سیراب کرتا تو اس کا بدلہ یہاں میرے پاس پاتا

انسانی عظمت کی تعبیر غور کیجئے اس حدیث میں انسانی عظمت کی نقش کشی کس خوبی کے ساتھ کی گئی ہے اور انسانی حقوق کی اہمیت کس حسن وخوبی کے ساتھ جتائی گئی ہے، عبد سے معبود کو کیسی والہانہ محبت ہے، اور بندہ خدا کی نظر میں کیسا پیارا ہے، کہ اس کی بیماری کو پروردگار اپنی بیماری سے تعبیر فرماتا ہے، حالانکہ اس کی ذات ان تمام عیوب سے منزہ اور پاک ہے، انسان کی پیاس کا اتنا پاس ہے کہ اُسے اپنی پیاس قرار دیتا ہے، اور انسان کی بھوک کا اسے اتنا لحاظ ہے کہ اسے اپنی بھوک کہہ کر ادا کرتا ہے، پھر انسان کے ساتھ ہر حسن سلوک پر انعام واکرام اور اپنی رضامندی کا یقین دلاتا ہے۔

اگر انسانی قلوب میں انسانوں کی یہ عظمت راسخ ہو جائے، جو اسلام بٹھانا چاہتا ہے اور انسان انسانوں کو اس پیار ومحبت کی نظر سے دیکھنے لگے جس کا اسلام مطالبہ کرتا ہے تو غیر ممکن ہے کہ ظلم وجور کا سلسلہ باقی رہ سکے اور فتنہ وفساد بیخ وبن سے ختم کرنے کی سعی نہ ہو۔

(باقی)